مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ

پروفیسر مولا بخش محمدی

22 دسمبر 2015ء کو فجر نماز کی ادائیگی سے فراغت کے بعد کالج جانے کی تیاری میں مصروف تھا کہ میرے رفیق شفیق مولانا محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ کی طرف سے موبائل کی گھنٹی بجی فون اٹھایا تو سلفی صاحب نے لرزتی ہوئے آواز میں بتایا کہ ''مولانا محمد اسحاق بھٹی اب جہان فانی میں نہ رہے'' بے ساختہ آنکھوں سے آنسو اور زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہو گیا۔ آہ۔ 15 مارچ 1925ء کی موسم بہار میں کھلنے والا یہ مہکتا ہوا سدابہار پھول بالآخر زندگی کی 91 بہاریں دیکھ کر 22 دسمبر 2015ء کو سرد رات میں خزاں نے ہم سے چھین لیا۔ بلاشبہ مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ ایک تاریخ بلکہ تاریخ ساز شخصیت تھے۔ جو تاریخ کے اوراق پارینہ سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور ایک مدت تک ہمیں تاریخ سکھاتے رہے۔ اور وہ ایک تاریخ مرتب کر کے پھر ہمیشہ کے لئے تاریخ کی کتابوں میں واپس چلے گئے۔

اک موج تھی کہ دوش صبا پر گذر گئی

بفضل خدا مولانا بھٹیؒ سے میرے مدت مدید سے قلمی برادرانہ تعلقات قائم تھے۔ کبھی فون پر بات چیت ہو جاتی تھی کبھی خط و کتابت کے ذریعے راز و نیاز کی باتیں ہوتیں۔ علمی، ادبی اور تحریری میدان میں ان کی ہمیشہ سرپرستی رہی۔

انکے مفید مشورے اور ہمت افزائی میرے لئے ہمیشہ باعث صد اعزاز رہی، گاہے بگاہے موبائل پر عزیز القدر مولانا محمد رمضان یوسف سلفی کے ذریعے بھی ان کی عافیت کی خبر ملتی رہتی تھی، ہم ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کو دعائیں دیتے تھے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

بڑے خوش نصیب ہیں محترم مولانا محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ جنہوں نے رفاقت کا حق نبھاتے ہوئے مولانا بھٹیؒ کی زندگی ہی میں نہ صرف انہوں نے ان کی ساری تصانیف کا تفصیلی تعارف تحریر فرمایا بلکہ خود مولانا بھٹیؒ کی حیات وخدمات جلیلہ پر ایک جامع' محققانہ' ڈھائی سو کے قریب صفحات پر مشتمل خوبصورت کتاب لکھ کر فرض کفایہ ادا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے' کتاب میں ان کی زندگی کے درخشاں پہلو قارئین کرام تک پہنچائے ہیں' افسوس کہ ہمیں ان کی محققانہ کتابیں پڑھ کر بھی داد تحسین دینے کا فن بھی کم ہی آتا ہے۔ ورنہ ماضی کے مشاہیر علمائے عظام فقہائے کرام کے پورے کوائف' تحقیق شدہ' حالات زندگی' ان کے ورثاء' پس ماندگان تلامذہ سے حاصل کرنے میں جو انہوں نے بے پناہ مصائب برداشت کیئے ان کا ہم جیسے لوگ تصور تک نہیں کر سکتے۔ ان مرحومین کے لواحقین کی عدم دلچسپی اور بے اعتنائی کو برداشت کرنا اس قدر جان گسل مراحل تھے کہ بڑے بڑے باعزم لوگ بھی مایوس ہو جاتے ہیں۔ مگر مولانا بھٹیؒ نے ایک ایک بات کے حصول کے لئے بے حد محنت کی' وہ خون پسینہ ایک کر کے مواد حاصل کرتے تھے۔ وہ محنت کے عادی' جادہ حق پر چلنے والے ایسے مسافر تھے جسے زندگی کی پرخار وادیوں کی صعوبتیں اور طویل مسافتیں بھی ان کے حوصلہ وعزم کو شکست نہ دے سکیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

مختصراً مولانا بھٹیؒ نے اب تک جو کام کیا وہ کچھ اس نوعیت کا تھا۔

تصانیف وتالیفات' تراجم وتعلیقات' اخباری مضامین' اخباری اداریئے' مقالات ومضامین محققانہ و علمیہ' شذرات' کتابوں پر جاندار تبصرے' بہت ساری کتب پر بے بہا مقدمات اور دیباچے' ان کے علاوہ 35 سال تک ریڈیو اور ٹی وی پر ان کی بے شمار علمی' ادبی' اصلاحی بصیرت افروز تقاریر خصوصاً پیغام ٹی وی کو طویل تر دیئے ہوئے انٹرویوز وغیرہ دنیا میں ہمیشہ یادگار رہیں گے آپ نے قومی ڈائجسٹ میں خاکہ نویسی کا بھی باقاعدہ مقبول سلسلہ جاری رکھا۔

مر چکے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

مولانا بھٹیؒ کے قریبی احباب جانتے ہیں کہ آپ کے چہرے پر اطمینان و شادابی' لبوں پر دلفریب مسکراہٹ' لہجہ میں شیرینی' الفاظ میں شائستگی و وقار' آپ مجسمہ شفقت و محبت تھے۔ وہ پوری جماعت اہل حدیث کے سایہ دار سائبان تھے' ان کا تجربہ' مطالعہ' ومشاہدہ غیر معمولی اور بے انتہا وسیع تھا' آپ ہر کسی سے تواضع وانکساری سے پیش آتے اور تو اور۔ وہ ہم جیسے چھوٹوں پر بھی بے انتہا مشفق و مہربان نظر آتے تھے آپ علم کے قدر دان تھے۔ خصوصاً وہ علماء روپڑی' لکھوی' غزنوی' اور راشدی خاندان کے علم و دانش زہد و تقویٰ کے قائل تھے۔

خاک میں کیا کیا صورتیں پنہاں ہوگئیں

مولانا اسحاق بھٹیؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جب ان کا جنازہ اٹھا تو محاورۃً نہیں بلکہ حقیقتاً تل دھرنے کی جگہ نہ رہی لوگوں کی بے پناہ محبت کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اللہ والوں کی قدر و منزلت ان کی محنت' خلوص' پاکیزہ نیت' تقویٰ ' کارہائے نمایاں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ورنہ کسی فقیر کی ہمیشہ رخصتی کے بعد کسی نے ان سے کیا لینا دینا ہوتا ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لیئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مولانا اسحاق بھٹیؒ کی وفات حسرت آیات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا ناممکن ہے۔ اس قحط الرجال کے دور میں ہمارے لئے یہ امر بھی ضروری ہوگیا ہے کہ ہم میں سے جتنے اہل علم' اہل قلم' اصحاب علم و فضل مشائخ کرام جو بھی موجود ہیں ان کے علم و فضل سے فیض یاب ہونے کی کوششیں کریں اور ان کی زندگی میں ان کی قدر کرنا سیکھیں۔ چونکہ

ہوا کے دوش پے رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی؟

مولانا محمد اسحاق بھٹی کی سادگی' سچائی' وضع داری' خوش اخلاقی اور علمی سرفرازی نے

ایک جہان کو متاثر کیا تھا' ان کے اچانک بچھڑ جانے کے بعد یوں لگتا ہے کہ ہم کسی دشت بے امان میں تنہا رہ گئے ہوں۔ مولانا مرحوم کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ عمر رسیدگی' ضعف' ثقل سماعت کے باوجود نہ صرف فون بلکہ خط و کتابت کا بھی بڑی باقاعدگی اور محبت و خلوص بھرے انداز میں جواب دیا کرتے تھے۔ وہ صاحب عزیمت اور ایک صدی کی خود تاریخ تھے انہوں و نے اپنی پوری زندگی اپنی توانائیاں علم و ادب' تاریخ و ثقافت تربیت و اصلاح اور جماعت اہل حدیث کی مفصل تاریخ مرتب کرنے میں صرف کر دیں یہ ایک بڑی سعادت ہے اللہ جسے چاہے اسے عنایت فرمائے آپ بیک وقت مورخ' مفسر' مصلح' مترجم' مصنف' خطیب' مدرس اور مختلف جرائد کے مدیر مکرم رہے۔

مولانا بھٹی نے عجیب طبیعت پائی تھی۔ ان میں کبھی غرور' تکبر' نخوت اور خشونت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔ وہ حقیقی معنی میں قرون اولیٰ کے رفیقان پیغمبر ﷺ کا عکس نظر آتے تھے۔ روایتی علماء کی طرح نہ تو طبیعت میں "یبوست" سے ان کا خمیر اٹھا تھا۔ اور نہ ہی اپنے اوپر خود ساختہ مسکنت و عاجزی طاری کیے رکھنے کے قائل تھے۔

جنہیں ہم دیکھ کر جیتے تھے ناصر
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے

طبیعت میں حلم' مزاج میں انکساری' زبان میں مٹھاس اور صلہ رحمی' ہمدردی کے قائل تھے۔ آپ ادب و دین کا مرقعہ' قرآن عظیم کے شائق' حدیث کے شیدا' فقہ اصول فقہ اور تاریخ فقہ کے نباض تھے۔ زبان و بیان میں پیچ' نہ قلم میں خم' چہرہ مہرہ سادگی و سعادت' شرافت و دیانت کی دلآویز داستان' کم سخن' کم آمیز' کم خوراک' عیب بینی و نکتہ چینی سے بیزار مرنجان مرنج' عمر عزیز کہولت کی منزل میں بھی بے شمار مثالی معیاری مصنف' لائق مرتب' ان کے نزدیک ہر چیز کی ایک ہی ترازو تھی' قرآن مجید' سنت رسول ﷺ' اسوہ حسنہ' سیرت صحابہ' اور علمائے اسلاف کا فہم و تدبر' بلاشبہ وہ اپنے وقت کے قلم کے فرماں روا تھے ان کی سادگی سچائی' سنجیدگی نام و نمود سے نفرت کا انداز خود ان کی اپنی آپ

بیتی ''گذر گئی گذران'' کے مطالع سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

وہ جب بھی لکھتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا زبان و بیان کے ساتھ قلم بھی ان کا باندی ہو' الفاظ' مطالب' معانی' جملے' استعارے' ضرب الامثال ان کے سامنے دست بستہ نظر آتے' قدرت نے انہیں معجزانہ دل و دماغ عطاء کیئے تھے' آخر یہ ایک عظیم عہد' افسانہ اور حکایت بھی اختتام پذیر ہوئی۔(قدرے تبدیلی پر معذرت)

زمانہ بڑے شوق سے ''پڑھ'' رہا تھا
تمہیں سو گئے داستان ''لکھتے لکھتے''

بھٹی مرحوم کو پڑھتے وقت کہیں ثقالت محسوس نہیں ہوتی۔سلاست' بلاغت' رنگینی و روانی' برجستگی اور اثر انگیزی ان کی تحریروں کی خاصیت ہے دیگر علمی شخصیات کی دلچسپ کہانیوں میں خود بھٹی صاحب کی اپنی کہانی بھی شامل ہوتی تھی عبارت آرائی اسلوب انداز و بیاں میں ان کو امتیاز حاصل تھا' چونکہ آپ نے ایک لمبی عمر قلم و قرطاس سے دوستی نبھائی اور کبھی اپنی تحریروں میں توقف نہیں آنے دیا۔ایک کتاب کے پیچھے ان کی دوسری دلآویز کتاب کا قاری منتظر رہتا تھا' اس لئے اس کے کہنہ مشق قلم میں ایک تاثیر اور نکھار نظر آتا' آپ مسلکی لحاظ سے 24 جولائی 1948ء میں مرکزی جماعت اہل حدیث کے بانی اراکین میں شمار ہوتے تھے۔پھر آپ کو جماعت کا ناظم دفتر بھی مقرر کیا گیا' آپ نے مختصر وقت کے لئے سیاست کی پرخار وادی میں بھی آبلہ پائی کا شوق آزمایا جس کے نتیجہ میں قید و بند کی سخت صعوبتیں بھی بڑے حوصلے اور عزم سے برداشت کیں۔

خار صحرائے جنوں نے تیز کیں کیا کیا زبانیں
چھوٹے منہ بھی کچھ نہ بولے پاؤں کے چھالے میرے

آپ وسیع المشرب اور کثیر حلقہ احباب کے مالک تھے آپ مولانا عطاء اللہ حنیف ؒ مولانا حافظ گوندلوی ؒ مولانا محمد اسماعیل سلفی ؒ' مولانا سید محمد داؤد غزنوی ؒ اور متکلم دوران مولانا محمد حنیف ندوی ایسے اکابرین امت کی تربیت سے فیض یافتہ تھے خود بھٹی صاحب ایک جگہ اپنی تربیت

کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''میری تربیت جن علمائے کرام میں ہوئی وہ نہایت اونچی شخصیتیں تھیں' اور وہ بیحد معتدل مزاج تھے' اور اپنی بات مثبت انداز میں کرتے تھے۔ منفی نقطہ نظر سے کوسوں دور تھے۔ ان میں سے کسی نے کفرو شرک' الحاد و بے دینی کے فتاوے جاری نہیں کئے۔ وہ لوگوں کو مسلمان بنانے کے خواہاں تھے' وہ اسی لئے کوشاں رہتے تھے' ان میں سے کسی نے نہ الحاد کی دوکان لگائی نہ یہ کفر کی تقسیم کے لئے کوشاں ہوئے۔ نہ لوگوں کو مشرک بنانے کا دھندہ کیا نہ کسی کو جنت سے نکالنے اور جہنم میں داخل کرنے کی کوشش کی'' ایسے لوگ اب کہاں؟''

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میرے سے صحبت نہ رہی

مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ کئی خوبیوں کا مجموعہ' جامع صفات' ذہبی دوران' ایک عہد' ایک تاریخ' ایک ادارہ' ایک تحریک اور جہد و عمل کے انسان تھے' ان کا سینہ بے بہا یادوں کا خزینہ تھا۔ مولانا بھٹیؒ کی زندگی کا ابتدائی خاکہ یہ تھا۔ ان کا تعلق کوٹ کپورہ فرید کوٹ سے تھا۔ جہاں سے قیام پاکستان کے وقت آپ ہجرت فرما کر 21 اگست 1947ء کو ایک سوتیس 130 افراد کے ہمراہ اپنے آبائی وطن کو ہمیشہ خیر باد کہہ کر بذریعہ ٹرک قصور پاکستان تشریف لائے۔ جہاں سے پھر مولانا محترم اکتوبر 1947ء میں اپنے پورے خاندان کے ہمراہ چک نمبر 53 گ۔ب۔ منصور پور تحصیل جڑانوالہ' فیصل آباد آ کر مقیم ہوئے جہاں آ کر آپ کو ابتداء میں بے پناہ مشکلات و مصائب کا منہ دیکھنا پڑا۔ مگر یہ سارا سفر صبر و استقامت خندہ پیشانی سے اختیار کیا۔

آپ کی پیدائش 15 مارچ 1925ء کوٹ کپورہ مشرقی پنجاب ریاست فرید کوٹ میں ہوئی۔ ان کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح تھا۔ محمد اسحاق بن میاں عبدالمجید بن میاں محمد بن وسوندھی' بن منصور' بن خزانہ' بن جیوا تھا۔

بھٹی صاحب کے والد ماجد اور دادا عبدالمجید نہایت صالح صفت پاک باز' متقی و پرہیز

گار انسان تھے۔ جنہوں نے مولانا محمد اسحاق بھٹی کی ان کے بچپن سے بہترین تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا۔

اس کے ساتھ اسلامی تعلیم وتربیت پر بھی پوری توجہ دی' احکام اسلام کی ادائیگی کا احساس دلایا' بھٹی صاحب ابھی آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ انہیں قرآن عظیم کی تعلیم دلائی۔ 1938ء میں جب آپ اردو کی جماعت چہارم پڑھ رہے تھے ایسے میں ان کے دادا جان مرحوم میاں عبدالمجید نے اپنے وقت کے جلیل القدر عالم فضل' حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ (متوفی 1987ء) کی خدمت میں حاضر بزم ہوئے۔ جنہوں نے اس صالحہ صفت اور سعادت مند ہونہار کو تعلیمات اسلامیہ سے سرفراز کرنے کی یقین دہانی کرائی' پھر انہیں عربی کی ابتدائی کتب' ترجمۃ القرآن' رحمۃ للعالمین اور تاریخ اسلام کی کتب شروع کرائیں۔ واضح رہے کہ اس وقت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کوٹ کپورہ کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ان کتب کے بعد مروجہ درس نظامی کی کتب باقاعدہ پڑھائیں۔ چونکہ مولانا بھٹیؒ انتہائی زیرک ذہین وفطین اعلیٰ حافظہ کے مالک تھے لہٰذا انہوں نے گرائمر ادب' تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ' منطق' فلسفہ' اور تاریخ اسلام بڑی محنت سے پڑھیں جس کے بعد وہ اپنے لائق وفائق استاد معظم کے مشورہ پر ''مرکز اسلام لکھوکے'' میں جا کر مزید کتب محنت شاقہ سے پڑھیں۔ عرصہ کے بعد پھر اسی مرکز میں آپ نے درس نظامی کے طلباء کو باقاعدہ پڑھانے کا بھی اعزاز حاصل کیا تھا۔ آپ ایک منجھے ہوئے درس نظامی کے استاد بھی تھے' انہیں درسی کتب پر دسترس حاصل تھی۔

حافظ محمد محدث گوندلویؒ (متوفی 1985ء) اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی (1968ء) جیسے اصحاب علم وفضل سے استفادہ کرتے ہوئے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھ کر ''سند الفراغ'' سے سرفراز ہوئے۔

اس علمی سفر میں مولانا بھٹیؒ نے پاکستان وہندوستان کے جلیل القدر اساتذہ کرام سے خوب علمی استفادہ کیا۔ مولانا بھٹی کی کتاب ''گذر گئی گذران'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت علم دین کی قدر شناسی اور بلند معیار تھا' اس کے علاوہ تحریر ونگارش میں آپ نے جن ارباب علم وفضل سے استفادہ کیا ان میں مولانا ابو

الکلام آزادؒ شورش کاشمیریؒ مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا محمد حنیف ندویؒ جیسے استاد ادب وفن شامل تھے' کیسے کیسے مثالی لوگ تھے۔ مولانا ندوی سے مولانا بھٹیؒ کی تقریباً چالیس سالہ علمی رفاقت بھی رہی۔

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

مولانا بھٹی نے تمام عمر قلم وقرطاس سے رشتہ نبھائے رکھا۔ آپ نے جماعت اہل حدیث کے داعی وترجمان مؤقر ہفت روزہ الاعتصام (اجراء 19 اگست 1949ء) کے باقاعدہ 15 سال تک مدیر شہیر بھی رہے' آپ نے پنجاب یونیورسٹی کی دائرۃ المعارف اسلامی انسائیکلو پیڈیا جس میں 30 کے قریب گرانقدر محققانہ مقالات قلمبند کئے مزید یہ کہ 15 مئی 1951ء سے ادارہ ثقافت اسلامیہ کی علمی اور معیاری مطبوعات میں اپنے رفیق مولانا محمد حنیف ندوی کی رفاقت میں تحقیق کا کام بتیس سال کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس کے علاوہ علمی مجلّہ ''المعارف'' لاہور کی 22 سال تک ادارت سنبھالنے کا بھی اعزاز حاصل کیا' جہاں سے مارچ 1996ء کو ثقافت اسلامیہ سے ریٹائر ہوئے ایک مدت تک ہفت روزہ ''توحید'' سہ روزہ ''منہاج'' کے مدیر مکرم بھی رہے جہاں رہے وہاں علم وادب کی خدمت کا حق ادا کیا' کبھی بھی قلم وقرطاس سے رشتہ منقطع نہ کیا۔

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں مرنے کی
دیوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پر کیا گذری

یہ ان کی زندگی کا عظیم کارنامہ تھا۔ کہ آپ نے برصغیر کے علماء عظام وفقہائے کرام کے سربستہ حالات زندگی اور ان کے علمی کارہائے نمایاں کے علاوہ اپنی چالیس سے زائد تصنیفات و تالیفات کے پچاس ہزار سے زائد صفحات قلمبند کر کے ایک مثال قائم کی ان کے تحریر کردہ سوانحی خاکے اس قدر خوبصورتی' دلکشی' اور جاذبیت سے بھرپور ہیں کہ آپ ان شخصیات کے علمی' ادبی سیاسی' سماجی اور معاشی ومعاشرتی زندگی کا جیسے سامنے مشاہدہ کر رہے ہوں مزید یہ کہ فاضل مصنف زیر بحث شخصیات کے حالات وواقعات اور کوائف تک ہی محدود نہیں رہتے۔ بلکہ ان کی اولاد' احفاد'

اعزہ اقرباء متعلقین و معاصرین کی بھی جزئیات کو بڑے دلچسپ انداز میں بیان کرتے جاتے ہیں مزید کہ ان کی تحریر حشو و زائد سے پاک ہوتی ہے اسی انداز سے آپ نے ہمارے علمائے کرام اکابرین امت ہستیوں کی درخشندہ زندگیوں کو بے حد خوبصورت اور سحر انگیز اسلوب میں تحریر کر کے آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر دیا ہے بھٹی صاحب اپنے اور غیروں کو کھلے دل سے داد تحسین دینے میں بھی بڑے فیاض واقع ہوئے ہیں چونکہ وہ کسی سے بھی بغض و کینہ نہیں رکھتے آپ نے قرون اولیٰ سے عہد حاضر تک تین ہزار سے بھی زائد علماء کرام کے تذکرے تراجم تحریر فرما کر ایک مثال قائم کی ہے۔

اے تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم

آپ بیحد مطالع کے مالک تھے نہ صرف اپنے عصر کے معروف مجلّات رسائل جرائد کا مطالعہ کیا کرتے بلکہ ہر اچھی کتاب پڑھنے میں دیر نہ لگاتے تھے۔ خصوصاً ان کو فن سوانح نگاری خاکہ نویسی اور تاریخ سے عشق کی حد تک محبت تھی اردو ادب و فن پر ان کی گرفت تھی کسی موضوع پر جب بھی آپ قلم اٹھاتے تو برسوں ماضی کا واقعہ جس وقار سنجیدگی اور شائستگی سے جزئیات کے ساتھ قلمبند کرتے جاتے وہ ان ہی کا خاصہ تھا۔

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مولانا محمد اسحاق بھٹی قوت حافظہ وسیع مطالعہ وسعت نظر اعتدال پسندی علمی وجاہت محبوب شخصیت درویش صفت سادہ مزاج روشن فکر دردمند دل متواضع بذلہ سنج خوش خلق اعلیٰ ظرف مرد جلیل تھے۔ ان کی انشاء پردازی کا رنگ و ڈھنگ انتہائی دلآویز و دلفریب تھا لوگ انہیں پڑھتے اور سر دھنتے تھے چونکہ آپ تاریخ کی باریکیوں پر بھی تنقیدی نگاہ رکھتے تھے جب سے انہوں نے تاریخ سیرت سوانح تذکرہ اور خاکہ نگاری پر لکھنا شروع کیا تو ان کا یہ تخلیقی سفر سادگی سلاست ثابت قدمی اور حقیقت پسندی سے جاری و ساری رہا۔ ان کے سیال قلم کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ جو کچھ لکھتے وہ ایک شاہکار بن جاتا جس نے بھی ان کی تحریر پر تاثیر پڑھی وہ ساری زندگی ان کا مداح بن گیا۔

مولانا بھٹیؒ صرف تذکرہ نگار ہی نہ تھے بلکہ وہ جملہ معقولات و منقولات کے ماہر بھی تھے' وہ اپنے وقت کے بہترین مترجم بھی تھے فہرست ابن ندیم' ریاض الصالحین' حضرت ابو بکر صدیقؓ لشکر اسامہ کی روانگی وغیرہ ان کے بلند پایہ معیاری تراجم شمار کئے جاتے ہیں۔آپ ایک بہترین بلند معیار انسان تھے۔

آپکا حلیہ کچھ اس طرح کا تھا درمیانہ قد اکھڑا بدن' ذھانت کی غماز وروشن آنکھیں' کشادہ جبیں' بے داغ صاف ستھرالباس' شیریں گفتار' بلند کردار' برجستہ حاضر جواب' میر بزم' مہمان نواز' متناسب اعضاء' چال میں متانت' لہجہ میں سوز' ہم جس مشت خاک (یعنی بھٹیؒ صاحب) کا ذکر خیر کررہے ہیں اور جو اس وقت ''جڑانوالہ'' کی سرزمین کے ایک تودہ خاک کے تلے ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں۔انہوں نے کبھی بت کدوں میں حوصلہ' عزم' اور یقین کی اذانیں بلند کیں تھیں بدقسمتی سے یہ اور بات ہے کہ ہماری نئی پودا بھی تک یہ نہیں جانتی کہ وہ کس قدو قامت کے عظیم انسان تھے۔وہ کہاں سے اٹھا اور ہمیں کیا کیا علمی دولت لازوال دے کر مالا مال کر کے واپس تاریخ کا حصہ بن گیا۔

ہمارے نونہالوں' علمائے عظام' فضلائے کرام نے شاید ہی ان لوگوں کا کبھی نام سنا ہوگا جن کے تفصیلی کارہائے نمایاں کا مرحوم بھٹیؒ صاحب کے تذکرہ کر کے اپنی تصانیف لطیف میں انہیں لازوال کیا۔

مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ کی موت بلاشبہ ایک جانگداز عظیم سانحہ ہے۔ان کے اچانک بچھڑ جانے سے دل و دماغ ہل گئے' انہی ہاتھوں کو جن میں یہ تیز رو قلم ''ہفت اقلیم'' لکھتا رہا۔انہیں قبر میں اتارا گیا۔وہ ایسے جہاں چلے گئے جہاں سے لوٹ کر کبھی کوئی نہیں آیا۔

موت سے کس کو رستگاری

ایک تدفین میں شامل شخص نے گواہی دی کہ سفر آخرت پر جاتے ہوئے جب ان کی آخری زیارت کی تو چہرہ انتہائی پررونق نظر آیا۔البتہ ان کا انگوٹھا اور ان کی شہادت والی انگلی اس طرح آپس میں ملے ہوئے نظر آئے کہ گویا ابھی صاحب قلم اپنی انگلیوں

میں قلم دبائے کچھ تحریر کر رہا ہو۔

آہ! انہوں نے ساری زندگی لکھا' خوب لکھا' انہوں نے بڑی محنت سے علمی کام کیا' اب وہ محوِ آرام ہیں اللہ کی ان پر رحمتیں نازل ہوں۔

آخری شب تک انہوں نے قلم و کاغذ' کتاب و قرطاس' کی زندگی گذاری وہ ہمیشہ لکھتے لکھتے پڑھتے پڑھتے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے' بلاشبہ وہ ایک ایسا وجود مسعود تھا جس کے اٹھ جانے سے علمی محفلیں ویراں ہو گئیں' علم و قلم کے مالک اپنے معبود حقیقی سے جا ملے' بلاشبہ وہ ایک ایسا وجود مسعود تھا جس کے اٹھ جانے سے علمی محفلیں ویراں ہو گئیں' علم و قلم کے اعتبار سے اب اس مرتبہ و مقام کا شاید ایک بھی شخص نظر نہیں آتا۔ جب تک علم و ادب اور اردو زبان زندہ رہے گی تب تک ان کی شہرت دوام رہے گی۔ بلاشبہ ان کا وجود گرانمایہ تھا مگر

کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں

مرنا تو سب کو ہے کوئی آگے کوئی پیچھے لیکن کچھ لوگوں کی موت پوری جماعت' پوری انجمن کی موت ہوتی ہے۔ سچ ہے موت العالم موت العالم۔ اللہ اکبر! اپنے وقت کا سب سے بڑا قلمکار آج ایک لفظ لکھنے سے بھی لاچار خالق کائنات ثابت کرنا چاہتا ہے کہ' جس فصاحت و بلاغت قوت تحریر و تقریر پر انسان ناز کرتا ہے وہ اس کا اپنا کمال نہیں یہ سب حی و قیوم کی عطاء ہے۔ جب چاہے طوطی خوش نما یا قلم کے بادشاہ سے طاقت واپس لے سکتا ہے۔ کل من علیها فان یہ سب کچھ دیکھ کر اس عالم کی بے ثباتی کی تصویر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے' دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا مرحوم کی مغفرت کرے' انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔

اب یاد رفتگاں کی بھی ہمت نہ رہی
یاروں نے اتنی دور بسائی ہیں بستیاں

☆☆☆☆